اعتبار خاتمہ کا ہے اگر مرتے وقت (جبکہ دخول جنت کا موقع ہے) زید ایمان پر ثابت
قدم نہ رہا تو گویا یہہ کبھی ایمان نہ لایا تھا۔ اس لئے کوئی دعویٰ نہین کر سکتا۔ بالفرض
اگر کسی مؤمن یا کافر کی نسبت ہمین یقین ہو جائے کہ اسکا خاتمہ بالخیر ہوگا تو ہم بے
تامل کہین گے کہ یہہ جنتی ہے۔ ہم ملا صاحب کی حالت پر افسوس کرتے ہین جو
ایسا موٹا مسئلہ سمجہہ نہین سکتے اور اجتہاد کا دعویٰ ہے۔ خدا سب کا خاتمہ بالخیر
کرے۔ ہم انکی خدمت مین عرض کرتے ہین کہ وہ بنظر انصاف غور کرکے فرماوین
جو اس فضول بحث سے انکو کیا حاصل۔ شریعت مین اسکو قیل و قال کہتے ہین رسول
خدا صلعم نے بیہودہ گفتگو سے منع فرمایا نہی رسول اللہ صلعم عن قیل وقال۔

مغالطہ ۱۶۳ - اور قرآن مین بعض آیات ایسے ہین کہ ان مین خاص رسول خدا
صلعم ہی مخاطب ہے انکے سوائے کوئی مخاطب بن نہین سکتا **ھدایہ** اگر
الہام مین اس آیت کا القا ہو جس مین خاص آنحضرت کو خطاب ہے تو صاحب الہام
اپنے حق مین خیال کرکے اسکے مضمون کو اپنے حال سے مطابق کریگا اور نصیحت پکڑیگا

۱۶۳

اللہ جل شانہ فرماتا ہے فاعتبروا یا اولی الابصار تم عبرت حاصل کرو اے
آنکھون والو۔ لفظ اعتبار لیا گیا ہے عبور سے عبور کے معنے گزر کرنا اور اصطلاحی معنے
ہین ایک امر مین نظر کرنی تاکہ اسکے ساتھہ اور امرون کو پہچانین۔ پروردگار کا حکم
ہے جو ہم دوسرے کا حال دیکھہ کر یا قصہ سنکر نصیحت پکڑین اور عبرت حاصل کرین
فرمایا ان فی ذلک لعبرۃ لمن یخشی بیشک بیچ اسکے البتہ عبرت ہے ڈرنے والے
کو اور فرمایا ان فی ذلک لآیات للمتوسمین بیشک اسمین پتے ہین دہیان کرنے
والون کے لئے۔ انبیا علیہم السلام اور انکی امتون کے قصے اسی واسطے قرآن
مجید مین نازل کئے گئے ہین کہ ہم اپنے حالات کو حالات سلف کے ساتھہ مطابق
کرکے دیکھین اور پھر اپنے پر سعادت اور شقاوت کا حکم لگا دین یہہ نہین کہ بطور دل لگی

جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل کان زهوقا

مشتمل

اثبات الالہام والبیعۃ بادلۃ الکتاب والسنۃ

الملقب

بتضحیک الاناس علی تحقیق الکلام

مطبع ریاض ہند امرتسر میں باہتمام شیخ نور احمد مہتمم کی چھپی

عن جامع . قوله (جئناك لنتفقه فى الدين ولنسألك عن أول هذا الأمر ما كان) هذه الرواية أتم الروايات الواقعة عند المصنف ، وحذف ذلك كله فى بعضها أو بعضه ، ووقع فى رواية أبى معاوية عن الأعمش عند الاسماعيلى « قالوا قد بشرتنا فأخبرنا عن أول هذا الأمر كيف كان ، ولم أعرف اسم قائل ذلك من أهل اليمن ، والمراد بالأمر فى قولهم « هذا الأمر » تقدم بيانه فى بدء الخلق . قوله (كان الله ولم يكن شىء قبله) تقدم فى بدء الخلق بلفظ « ولم يكن شىء غيره » وفى رواية أبى معاوية « كان الله قبل كل شىء » وهو بمعنى « كان الله ولا شىء معه » وهى أصرح فى الرد على من أثبت حوادث لا أول لها من رواية الباب ، وهى من مستشنع المسائل المنسوبة لابن تيمية ، ووقفت فى كلام له على هذا الحديث يرجح الرواية التى فى هذا الباب على غيرها ، مع أن قضية الجمع بين الروايتين تقتضى حمل هذه على التى فى بدء الخلق لا العكس ، والجمع يقدم على الترجيح بالاتفاق ، قال الطيبى : قوله ولم يكن شىء قبله حال ، وفى المذهب الكوفى خبر ، والمعنى يساعده اذ التقدير كان الله منفردا ، وقد جوز الأخفش دخول الواو فى خبر كان وأخواتها نحو : كان زيد وأبوه قائم ، على جعل الجملة خبرا مع الواو تشبيها للخبر بالحال ، ومال التوربشتى الى أنهما جملتان مستقلتان ، وقد تقدم تقريره فى بدء الخلق ، وقال الطيبى لفظة « كان » فى الموضعين بحسب حال مدخولها ، فالمراد بالأول الأزلية والقدم ، وبالثانى الحدوث بعد العدم ، ثم قال فالحاصل أن عطف قوله ﴿ وكان عرشه على الماء ﴾ على قوله « كان الله » من باب الإخبار عن حصول الجملتين فى الوجود وتفويض الترتيب الى الذهن قالوا وفيه بمنزلة ثم ، وقال الكرمانى قوله ﴿ وكان عرشه على الماء ﴾ معطوف على قوله كان الله ولا يلزم منه المعية اذ اللازم من الواو العاطفة الاجتماع فى أصل الثبوت وان كان هناك تقديم وتأخير ، قال غيره ومن ثم جاء شىء غيره ومن ثم جاء قوله « ولم يكن شىء غيره » لنفى توهم المعية قال الراغب كان عبارة عما مضى من الزمان ، لكنها فى كثير من وصف الله تعالى تنبىء عن معنى الأزلية كقوله تعالى ﴿ وكان الله بكل شىء عليما ﴾ قال وما استعمل منه فى وصف شىء متعلقا بوصف له هو موجود فيه فللتنبيه على أن ذلك الوصف لازم له أو قليل الانفكاك عنه ، كقوله تعالى ﴿ وكان الشيطان لربه كفورا ﴾ وقوله ﴿ وكان الإنسان كفورا ﴾ واذا استعمل فى الزمن الماضى جاز أن يكون المستعمل على حاله ، وجاز أن يكون قد تغير ، نحو : كان فلان كذا ثم صار كذا ، واستدل به على أن العالم حادث لأن قوله « ولم يكن شىء غيره » ظاهر فى ذلك فان كل شىء سوى الله وجـــد بعد أن لم يكن موجودا . قوله (أدرك ناقتك فقد ذهبت) فى رواية أبى معاوية « انحلت ناقتك من عقالها » وزاد فى آخر الحديث « فلا أدرى ما كان بعد ذلك » أى مما قاله رسول الله ﷺ تكملة لذلك الحديث . قلت : ولم أقف فى شىء من المسانيد عن أحد من الصحابة على نظير هذه القصة التى ذكرها عمران ، ولو وجد ذلك لأمكن أن يعرف منه ما أشار اليه عمران ، ويحتمل أن يكون اتفق أن الحديث انتهى عند قيامه . قوله (وأيم الله) تقدم شرحها فى « كتاب الايمان والنذور » قوله (لوددت أنها قد ذهبت ولم أقم) الود المذكور تسلط على مجموع ذهابها وعدم قيامه لا على أحدهما فقط ، لأن ذهابها كان قد تحقق بانفلاتها ، والمراد بالذهاب الفقد الكلى . الحديث الثانى : حديث أبى هريرة « إن يمين الله ملأى » وقد تقدم شرحه قبل بابين ، وقوله هنا « وعرشه على الماء » وقع فى رواية إسحق بن راهويه « والعرش على الماء » وظاهره أنه كذلك حين التحديث بذلك ؛ وظاهر الحديث الذى قبله أن العرش كان على الماء قبل خلق السموات والأرض ، ويجمع بأنه لم يزل على الماء وليس المراد بالماء ماء البحر بل هو ماء تحت العرش كما شاء الله

فتح الباري
أحمد بن علي بن حجر

خلاصہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۴

یہ اس کتاب کا خلاصہ مطالب ہے اب ہم اس پر اپنی رای نہایت مختصر اور بے مبالغہ الفاظ میں ظاہر کرتے ہیں۔ ہماری رای میں یہہ کتاب اس زمانہ میں اور موجودہ حالت کی نظر سے ایسی کتاب ہے جسکی نظیر آجتک اسلام میں تالیف نہیں ہوئی۔ اور آیندہ کی خبر نہیں۔ لعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا۔ اور اسکا مولف بھی اسلام کی مالی و جانی و قلمی و لسانی و حالی و قالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جسکی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت ہی کم پائی گئی ہے۔ ہمارے ان الفاظ کو کوئی ایشیائی مبالغہ سمجھے تو ہمکو کم سے کم ایک ایسی کتاب بتادے جسمیں جملہ فرقہ ہای مخالفین اسلام خصوصاً فرقہ آریہ و برہم سماج سے اس زور شور سے مقابلہ پایا جاتا ہو۔ اور دو چار ایسے اشخاص انصار اسلام کے نشان دہی کرے جنہوں نے اسلام کی نصرت مالی و جانی و قلمی و لسانی کے علاوہ حالی نصرت کا بھی بیڑا اٹھا لیا ہو اور مخالفین اسلام اور منکرین الہام کے مقابلہ میں مردانہ تحدی کے ساتھہ یہہ دعوی کیا ہو کہ جسکو وجود الہام کا شک ہو وہ ہمارے پاس

آرا اسکا تجربہ و مشاہدہ کرلے اور اس تجربہ و مشاہدہ کا اقوام غیر کو مزہ بھی چکھا دیا ہو۔
مگر افسوس صد افسوس سب سے پہلے اس کتاب کی خوبی و حجت اسلام نفع رسانی سے بعض مسلمانون ہی نے ✣ انکار کیا ہے اور برطبق و تجعلون رزقکم انکم تکذبون اس احسان مولف کے مقابلہ مین کفران کرکے دکہا دیا۔
اُنکے اس انکار و کفران کا مورد و موجب مولف کتاب کے وہی الہامات ہین جو اس کتاب

✣ امرتسر و لودیانہ وغیرہ کے ساکنین۔

※ **نوٹ۔ لایق توجہ گورنمنٹ** ۔ اس انکار و کفران پر باعث **لودیانہ** کے بعض مسلمانون کو تو صرف حسد و عداوت ہے۔ جنکے ظاہری دو سبب ہین۔ ایک یہہ کہ اونکو اپنی جہالت (نہ اسلام کی ہدایت) سے گورنمنٹ انگلشیہ سے جہاد و بغاوت کا اعتقاد ہے۔ اور اس کتاب مین اس گورنمنٹ سے جہاد و بغاوت کو ناجایز لکہا ہے۔ لہذا وہ لوگ اس کتاب کے مولف کو منکر جہاد سمجہتے ہین اور از راہ تعصب و جہالت اسکے بغض و مخالفت کو اپنا مذہبی فرض خیال کرتے ہیں مگر چونکہ وہ گورنمنٹ کے سیف و اقبال کے خوف سے علانیہ طور پر اونکو منکر جہاد نہین کہہ سکتے اور عام مسلمانون کے روبرو اس وجہ سے انکو کافر نبا سکتے ہین لہذا وہ اس وجہ کفر کو دل مین کہتے ہین۔ اور بجز خاص اشخاص (جنسے ہمکو یہہ خبر پہنچی ہے) کسی پر ظاہر نہین کرتے اور اسکا اظہار دوسرے لباس و پیرایہ مین کرتے اور یہہ کہتے ہین کہ **براہین احمدیہ** مین فلان فلان امور کفریہ (دعوی نبوت اور نزول قرآن اور تحریف آیات قرانیہ پائی جاتی ہین) اسلئے اسکا مولف کافر ہے۔

موقع جلسہ دستار بندی دیوبند پر یہہ حضرات بہم ان پہونچے۔ اور لمبے لمبے فتوی تکفیر مولف **براہین احمدیہ** کے لکہ کر لے گئے اور علماء دیوبند و گنگوہ وغیرہ سے اسپر دستخط و مہر ثبت کرنیکے خواستگار ہوئے۔ مگر چونکہ وہ کفر انکا اپنا خانہ ساز کفر تہا جسکا کتاب براہین احمدیہ مین کچہہ اثر پایا نہ جاتا تہا لہذا علماء دیوبند و گنگوہ نے ان فتوون پر مہر و دستخط کرنے سے انکار کیا اور ان لوگون کو تکفیر مولف سے روکا۔ اور کوئی ایک عالم بہی انکا اس تکفیر مین موافق نہوا۔ جس سے وہ بہت ناخوش ہوئے اور بلا ملاقات وہان سے بہاگے اور کانہم حمر مستنفرۃ فرت من قسورۃ

تعاقب کرتی ہے اگر روح کوئی محسوس چیز نہ ہوتی تو انسانی نظر آخر کس چیز کا تعاقب کرتی ہے؟ اس کے بعد احادیث میں ہے وہ روح عالم برزخ میں پہلے والوں سے ملتی ہے، پہلے والے انسان نو وارد روح سے دنیا والوں کا حال احوال پوچھتے ہیں۔ اگر روح کو کوئی صورت نہ ہوتی تو آخر پہلے پہنچے ہوئے انسان اس تازہ روح کو کس طرح پہچانتے ہیں اور یہ نو وارد روح ان کو کس طرح پہچانتی ہے کہ یہ میرے فلاں عزیز یا دوست ہیں؟ ضرور ان ارواح کو کوئی جانی پہچانی صورت ملی ہوئی ہے۔ جس کو دیکھ کر وہ ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں اور حال احوال کرتے ہیں۔ شہیدوں کے لیے تو حدیث میں آتا ہے کہ ان کو سبز پرندوں کی صورت میں جنت میں رکھا گیا ہے جہاں وہ اللہ کا دیا ہوا رزق حاصل کر رہے ہیں بس آپ کے سوال کا جواب اسی میں ہے۔ یعنی انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام مبارک تو اپنی اپنی قبروں میں مدفون ہیں لیکن ان کے پاک اور طیبہ ارواح کو ضرور کوئی نہ کوئی صورت ملی ہوئی ہوگی اور وہ ارواح طیبہ آسمانوں پر اپنے اپنے مقام پر ان صورتوں میں موجود ہیں لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات بھی ان کو دی ہوئی صورتوں کے ساتھ ہوئی سوائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے، کیونکہ وہ وہاں پر اپنے جسم اطہر کے ساتھ موجود تھے پھر جس طرح دوسرے مسلمانوں کی ارواح مرنے کے بعد آپس میں ملتے ہیں اور حال احوال لیتے ہیں اس طرح اگرچہ کسی بھی انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ ملاقات ہوئی اور ان کے ساتھ گفتگو ہوئی جب کہ عام مومنوں کے ارواح کی بھی یہی حالت ہے کہ وہ ایک دوسرے سے ملتے ہیں اور حال احوال لیتے ہیں۔ تو انبیاء کی ارواح کو بوجہ اتم واعلیٰ یہ سعادت اور صورت حال حاصل ہے لہٰذا ان کی اس ملاقات و گفتگو میں نہ کوئی بُعد ہے نہ استحال نہ عجب اور نہ ہی کوئی غرابت اور ویسے بھی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی قدرت کے آگے اس کے بارے میں تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا رب کریم سب کچھ کر سکتا ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

بعینہٖ اسی طرح ان انبیاء کرام علیہم السلام کی ارواح بیت المقدس میں لائی گئیں اور ان تمام ارواح نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز ادا کی۔ (جس طرح احادیث میں وارد ہے)

هذا ما عندي والله اعلم بالصواب

سلسلہ
فتاوی
علمائے
اہلحدیث
1
فتاویٰ راشدیہ
www.KitaboSunnat.com
سید محب اللہ شاہ الراشدی

of Islam and no body could serve the cause of Islam better than him.

His Lies:

Defining a 'lie', the Qadiyani pretender says: (a) "A lie is the mother of all evils, indeed"[89]. (b) "A lie is not a lesser crime than apostasy"[90]. But he himself was a compulsive liar. The most heinous and blasphemous aspect of his lying is that he invented a lie against God Himself. He gave out the lie that God made him His Apostle and sent revelation to him. Secondly he attributes to the Quran what is not there at all. For example, he says: "God Almighty has said: argue with them with wisdom and good advice"[91]. These words are not found in the Quran at all. He has repeated them many times, perhaps with the wicked intention of change and interpolation in the Quran. He has repeated them as many as four times in his book Faryad Dard Balagh at pages 8,10,17 and 23. He also did the same in his announcements published in Tabligh-i-Risalat, Vol. III, p.194 and Vol. VII, p.39.

At page 154 of his book, Haqiqat-ul-Wahy, Ghulam has written that the following words occur in the Quran: "The day your Lord will come in the shades of clouds". This is a transparent lie against the Quran. At page 34 of this book Tadhkirat-ush-Shahadatain he writes: "Look at what God has said in the noble Quran: 'No greater transgressor will be found than one who invents lies against me. And I shall destroy the liar soon and I shall not allow him respect". These sentences are found in his book even today despite the fact that they have gone through many editions. His purpose was to create ambiguity in the minds of people that the

---

89. Tabligh-i-Risalat, Vol. II, p.28.
90. Arbain (margin) No.3, p.24.
91. Nur-ul-Haq, Vol. I, p.46.

QADIYANIAT

AN ANALYTICAL SURVEY

(New Revised Edition)

By

EHSAN ELAHI ZAHEER

Published by :

Idara Tarjuman Al-Sunnah

475 SHADMAN COLONY, LAHORE (Pakistan)

Phone No : 413130, 413131

وقال جاء في القرآن « يوم يأتي ربك في ظلل من الغمام » (« حقيقة الوحي » ص ١٥٤ للغلام القادياني) وهذا كذب صريح على القرآن أيضاً .

وقال في كتابه « تذكرة الشهادتين » : « انظروا ماذا قال الله في القرآن الكريم : لا يوجد أظلم ممن افترى علي وأنا أهلك المفتري عجلاً ولا أمهله » (« تذكرة الشهادتين » ص ٣٤ للغلام القادياني) وتوجد هذه العبارات في كتبه كما كانت ، مع أنها طبعت مرات ولم يقصد من هذا إلا إيهام الناس بأن القرآن مختلف فيه . . .

وكذب على رسول الله كما كذب على القرآن ، فكتب : « أن سول الله سئل عن القيامة ، متى تقوم ؟ فقال رسول الله ﷺ تقوم القيامة إلى مائة سنة من تاريخ اليوم على جميع بني آدم » (« إزالة الأوهام » ص ٢٥٣ للغلام القادياني) مع أنه لم يقل الرسول أبداً أن القيامة تقوم على جميع بني آدم إلى مائة سنة ، ولا يستطيع أحد إثباته .

وأيضاً كذب على رسول الله ﷺ حيث قال : « قال رسول الله ﷺ إذا نزل البلاء في بلدة ينبغي لأهل هذه البلدة أن يتركوا البلدة فوراً ، وإلا فيكونون ممن يحارب الله » (اعلان الغلام لمريديه المنشور في جريدة قاديانية « الحكم » ٢٤ أغسطس ١٩٠٧ م) ، فهذا كذب

أن رجلاً جاء إلى حضرة الغلام واستفتاه في مال تركته أخته وكانت مومسة تكسب المال من البغاء ، فقال له حضرته يصرف في هذا الزمن في خدمة الاسلام » (« سيرة المهدي » ص ٣٤٣ لبشير احمد ابن الغلام) والمعروف أنه ما كان أحد في زمن الغلام « خادماً للاسلام » غيره في نظره . . .

أكاذيبه - يتحدث المتنبي القادياني عن الكذب ويقول : « إن الكذب أم الخبائث » (قول الغلام المندرج في « تبليغ رسالت » ج ٧ ص ٢٨) ويقول : « إن الكذب ليس أقل جريمة من الارتداد» « حاشية » أربعين نمرة ٣ ص ٢٤ للغلام) ولكن نفسه كان متعوداً على الكذب ، وأكبره افتراؤه على الله أنه أرسله ، وأوحى إليه ، وقد أكثرنا في هذا المعنى كلاماً في عدة مقالات ولذا لا نطول هنا ، والثاني ، أنه ينسب إلى القرآن ما ليس منه مثلاً يقول : « قال الله تعالى: وجاد لهم بالحكمة والموعظة الحسنة » (« نور الحق » ج ١ ص ٤٦ للغلام القادياني) مع أنه لا توجد هذه العبارة في القرآن كله، وقد كررها الغلام أكثر من مرات عله بارادة التغيير والتحريف ؟ فقد نسب هذه العبارة إلى القرآن في كتابه « فرياد درد بلاغ » أربع مرات على ص ٨ و ص ١٠ و ص ١٧ و ص ٢٣ ، وأيضاً في إعلاناته المندرجة في « تبليغ رسالت » ج ٣ ص ١٩٤ و ج ٧ ص ٣٩) .

القاديانية

دراسات وتحليل

تاليف الاستاذ

إحسان إلهي ظهير

ليسانس فى الشريعة من الجامعة الاسلامية بالمدينة المنورة ،
ملجستير فى الشريعة ، و فى اللغة العربية ، و فى اللغة الفارسية ،
و فى اللغة الاردية ، و فى السياسة ، من جامعة بنجاب ، باكستان ،
رئيس التحرير لمجلة "ترجمان الحديث" لاهور ، باكستان

الطبعة السادسة عشرة

١٤٠٤ هـ ـ ١٩٨٣ م

الناشر

إداره ترجمان السنة

شيش محل رود ، لاهور ، باكستان

تلفون : ٤١٣١٣١ ـــ ٤١٣١٣٠

کہتا ہے:

"اعلیٰ حضرت کی زیارت نے صحابہ کرام کی زیارت کا شوق کم کر دیا ہے۔"[۳۵]

مبالغہ آرائی کرتے وقت عموماً عقل کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیا جاتا ہے۔ ایک بریلوی مصنف اس کا مصداق بنتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"ساڑھے تین سال کی عمر شریف کے زمانے میں ایک دن اپنی مسجد کے سامنے جلوہ افروز تھے کہ ایک صاحب اہل عرب کے لباس میں تشریف لائے اور آپ سے عربی زبان میں گفتگو فرمائی۔ آپ نے (ساڑھے تین برس کی عمر میں) فصیح عربی میں ان سے کلام کیا اور اس کے بعد ان کی صورت دیکھنے میں نہیں آئی۔"[۳۶]

ایک صاحب لکھتے ہیں:

"ایک روز استاد صاحب نے فرمایا: احمد میاں! تم آدمی ہو کہ جن؟ مجھے پڑھاتے ہوئے دیر لگتی ہے، لیکن تمہیں یاد کرتے دیر نہیں لگتی۔ ۱۰ برس کی عمر میں ان کے والد' جو انہیں پڑھاتے بھی تھے' ایک روز کہنے لگے: تم مجھ سے پڑھتے نہیں بلکہ پڑھاتے ہو۔"[۳۷]

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ ان کا استاد مرزا غلام قادر بیگ[۳۸] مرزا غلام احمد قادیانی کا بھائی تھا۔

جناب بستوی صاحب کم سنی میں اپنے امام کے علم و فضل کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"۱۴ برس کی عمر میں آپ سند و دستار فضیلت سے سرفراز ہوئے۔ اسی دن رضاعت کے ایک مسئلے کا جواب لکھ کر والد ماجد صاحب قبلہ کی خدمت عالی میں پیش

۳۵۔ وصایا شریف ص ۲۴

۳۶۔ حیات اعلیٰ حضرت از بہاری ص ۳۲

۳۷۔ مقدمہ فتاویٰ رضویہ جلد ۲ ص ۶

۳۸۔ بستوی ص ۳۲

بریلویت
تاریخ و عقائد

تمسکتم بهما لن تضلوا بعدی کتاب الله وعترتی اهل بیتی

جاتا ہوں۔ جب تک میرے بعد انہیں مضبوط پکڑے رہو گے گمراہ نہ ہو گے۔ ایک تو کتاب اللہ ہے دوسرے میرے اہل بیت۔

ولایت اس کا ذکر اجمالاً یوں ہے۔ جیسے کہ اللہ عزوجل نے فرمایا۔

اَلَاۤ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۚۖ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا یَتَّقُوْنَ ؕ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ (یونس)

آگاہ رہو کہ جو اللہ کے دوست ہیں انہیں نہ غم ہے نہ خوف، اور یہ وہ ہیں جو ایمان لائے اور اللہ سے ڈرے ان کے لیے دُنیا و آخرت میں خوشخبری ہے۔

اور فرمایا اللہ عزوجل نے۔

اِنْ اَوْلِیَآؤُهٗۤ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ (انفال)

اُس کے دوست وہی ہیں جو پرہیزگار ہیں۔

وحی اور تحدیث یا الہام اِس کے شعبوں کا ذِکر تفصیلاً یہ ہے کہ

ان تمام امور میں سے ایک تو الہام ہے اور الہام وہی ہے جو انبیاء علیہم السلام سے ثابت ہے اور اس کو وحی کہتے ہیں۔ اور اگر ان کے بغیر کسی اَور سے ثابت ہو تو اُسے تحدیث کہتے ہیں اور کہیں کتاب اللہ میں مُطلق الہام کو وحی کہا گیا ہے خواہ انبیاء سے ثابت ہو خواہ اولیاء سے، یہ الہام مطلق کبھی پردۂ غیب سے کلام کی صورت میں نازل ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔

وَاِذْ اَوْحَیْتُ اِلَى الْحَوَارِیّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِیْ وَبِرَسُوْلِیْ (مائدہ)

جب ہم نے حواریین پر وحی کی کہ میرے اور میرے رسول پر ایمان لاؤ۔

اور فرمایا:

وَاَوْحَیْنَاۤ اِلٰۤى اُمِّ مُوْسٰۤى اَنْ اَرْضِعِیْهِ ۚ

ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی ماں پر وحی کی

منصبِ امامت
شاہ اسمٰعیل شہیدؒ

سوانح عمری
مولوی عبد اللہ الغزنوی المرحوم و
مجموعہ مکتوبات
ENTERED
Dated

کیا جاوے جس سے صریح نقصان عقل ناقل نقل مذکور معلوم ہوتا ہے فی ایک
مستقل کتاب مبنی ہے مگر ہم نے بمفواے قول خدا خذ العفو وأمر بالعرف
واعرض عن الجاهلین اوس سے اعراض کیا یہہ قول اوس قائل کا باطل ہے علاوہ
ہے حدیث لا نبی بعدی سے اصل شے ہاں لا نبی بعدی ہی آیا ہے اسکے
معنی نزدیک اہل علم کے یہہ ہیں کہ میرے بعد کوئی نبی شرع ناسخ نہ لاویگا جیسا کہ
اپنی تصنیف میں صراحت کی ہے اسبات کی کہ عیسے علیہ السلام ہمارے ہی نبی کی
شریعت کا حکم دینگے قرآن و حدیث کے رو سے اس سے یہہ امر راجح سمجھا جاتا ہے
کہ وہ سنت کو جناب نبوت سے بطریق مشافہہ کے بغیر کسی واسطے کے یا بطریق وحی
والہام کے حاصل کرینگے ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ جب انہوں نے بہت
حدیثیں روایت کرنا شروع کیا اور لوگوں نے اوس پر انکار کیا تو انہوں نے
کہا اگر عیسے بن مریم میرے مرنے سے پہلے اوتریں اور میں انکو حدیث کی روایت
کروں رسول خدا صلعم سے تو وہ میری تصدیق کریں گے یہہ دلیل ہے اس بات پر
کہ وہ عالم جمیع علوم سنت نبی صلعم کے ہونگے اونکو اسکی حاجت نہوگی کہ وہ سنت کو
کسی امتی سے اخذ کریں یہانتک کہ ابو ہریرہ جنہوں نے خود جناب رسالت سے احادیث
کو سنا ہے وہ بھی محتاج اون کی تصدیق کے ہیں تبھی میں کہتا ہوں اس بنا پر
کی کیا ضرورت ہے کہ وہ بلا واسطہ علم سنت کو مشافہۃً حاصل کریں گے کوئی حدیث صریح
اس باب میں اگر ملے تو تو یہہ بات ٹھیک ہے ورنہ قرآن و کتب سنت جو آج دنیا
میں موجود ہیں اور قیامت تک باقی رہینگی دریافت حکم خدا و رسول کے لئے کافی
ہیں انکے ہوتے ہوئے ہمیں سند متصل مرفوع ضرورت اخذ بالمشافہہ کی کیا ہے
مشافہہ بھی اگر ثابت ہو تو عالم مثال یا ارواح میں ہو سکتا ہے نہ اس عالم میں یہہ
دلیل کیا ہاں یہہ بات اور ہے کہ اون کو وحی الہی جسکو حدیث قدسی میں سمعت

قال الله سبحانه وتعالى اقتربت الساعة وانشق القمر
اقتراب الساعة
نواب صدیق
حسن خان
صاحب
طبع في مطبعة سعيد المطابع الكائنة

ہاں حدیث صحیح ہے نکالا ہے اس حدیث کو امام مسلم نے اپنی صحیح (۲/۲۶۸) میں، امام احمد نے اپنی مسند (۳/۱۴۴ ـ ۲۴۸)، (۵۹/۵ ـ ۳۶۲ ـ ۳۶۵) میں اور امام نسائی نے اپنی سنن (۱/۲۴۲) میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں آیا،

اور ایک روایت میں ہے: میں گزرا موسیٰ علیہ السلام پر اسراء کی رات سرخ ٹیلے کے پاس اور آپ اپنی قبر میں کھڑے نماز ادا فرمارہے تھے اور امام نسائی نے "بَابُ قِیَامِ اللَّیْلِ" میں اسے نکالا ہے "اللہ کے نبی موسیٰ کلیم اللہ کی نماز کا ذکر"

امام نووی رحمہ اللہ نے شرح مسلم (۱/۹۴) "بَابُ الْاِسْرَاءِ بِرَسُوْلِ اللّٰہِ" میں کہتے ہیں:

"اگر کہا جائے کہ وہ کیسے حج کرتے اور تلبیہ کہتے ہیں حالانکہ وہ اموات ہیں اور دار آخرت میں ہیں جو دار عمل نہیں تو جاننا چاہیے کہ جو کچھ اس سے ہمیں ظاہر ہوتا ہے۔

ہمارے مشائخ جواب دیتے ہیں۔

پہلا جواب: وہ مانند شہداء کے ہیں بلکہ ان سے افضل ہیں اور شہداء اپنے رب کے پاس زندہ ہیں تو کوئی بعید نہیں کہ نمازیں پڑھتے ہوں اور حج کرتے ہوں۔ جیسے کہ دوسری حدیث میں وارد ہے۔

اور اپنی استطاعت کے مطابق اللہ کا تقرب حاصل کرتے ہوں، کیونکہ وہ اگر چہ فوت ہو چکے ہیں لیکن وہ اسی دنیا میں ہیں جو دَارُ الْعَمَل ہے اور جب دنیا کے بعد آخرت آئے گی تو وہ دَارُ الْجَزَاء ہوگی اور عمل پھر منقطع ہو جائیگا۔ یہ جواب ضعیف ہے۔

دوسرا جواب:

آخرت کا عمل ذکر و دعا ہوگا جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "ان کے منہ سے یہ بات نکلے گی "سبحان اللہ" (یونس: آیت: ۱۰)۔

<u>تیسرا جواب:</u>

یہ رؤیت خواب کی ہو اسراء کی رات کے علاوہ یا اسراء کی رات کے کسی حصے میں جیسے ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا، میں سویا ہوا تھا تو میں نے اپنے آپ کو کعبے کا طواف کرتے ہوئے دیکھا۔ الحدیث۔

<u>چوتھا جواب:</u>

آپ ﷺ کو ان کی زندگی کے احوال کی جھلک دکھائی گئی اور آپ کو ان کی مثال دکھائی گئی کہ وہ کیسے حج کرتے تھے کیسے تلبیہ کہتے تھے جیسے آپ ﷺ نے فرمایا: "گویا کہ میں موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں" "گویا کہ میں یونس علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں" "گویا کہ میں عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں۔ میں کہتا ہوں یہ صحیح ہے۔

<u>پانچواں جواب:</u>

فتاویٰ

اردو

الدین الخالص

فضیلۃ الشیخ ابو محمد امین اللہ پشاوری

فضیلۃ الشیخ علامہ عبد القیوم

1

مکتبہ محمدیہ

مسگل مارکیٹ گنج پشاور Mob: 0301-6828402

Kuwait
Persian Gulf
Bahrain
Qatar
Gulf of Om
United Arab Emirates
Medina
Najd
(east)
Saudi Arabia
Oman
Red Sea
Yemen

فأرضعت أمه رسول الله ﷺ يوماً وهو عند أمه حليمة، فكان حمزة رضيعَ رسول الله ﷺ من جهتين: من جهة ثويبة، ومن جهة السعدية.

فصل
في حواضنه ﷺ

فمنهن أُمّه آمنةُ بنت وهب بن عبد مناف بن زهرة بن كلاب.

ومنهن ثويبة وحليمة، والشيماء ابنتها، وهي أخته من الرضاعة، كانت تحضنه مع أمها، وهي التي قدمت عليه في وفد هَوزان، فبسط لها رداءه، وأجلسها عليه رعاية لحقها.

ومنهن الفاضلة الجليلة أم أيمن بَرَكة الحبشية، وكان ورِثها مِنْ أبيه، وكانت دايتَه، وزوَّجها من حِبِّه زيد بن حارثة، فولدت له أُسامة، وهي التي دخل عليها أبو بكر وعمر بعد موت النبي ﷺ وهي تبكي، فقالا: يا أم أيمن ما يُبكيك فما عند الله خير لرسوله؟ قالت: إنّي لأعلم أن ما عند الله خير لرسوله، وإنما أبكي لانقطاع خبر السماء، فهيجتهما على البكاء، فبكيا[1].

فصل
في مبعثه ﷺ وأول ما نزل عليه

بعثه الله على رأس أربعين، وهي سنُّ الكمال. قيل: ولها تبعث الرسل، وأما ما يذكر عن المسيح أنه رُفعَ إلى السماء وله ثلاث وثلاثون سنة، فهذا لا يعرف له أثر متصل يجب المصير إليه.

وأول ما بدىء به رسول الله ﷺ من أمر النبوة الرؤيا، فكان لا يَرى رُؤيا إلا

---

(١) أخرجه مسلم (٢٤٥٤) في الفضائل: باب من فضائل أم أيمن.

زاد المعاد
في هدي خير العباد
لابن قيم الجوزية
حقق نصوصه، وخرّج أحاديثه، وعلّق عليه
شعيب الأرنؤوط
عبد القادر الأرنؤوط
مؤسسة الرسالة

تفسير سورة الشرح

﴿بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ﴾

﴿أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ﴿١﴾ وَوَضَعْنَا عَنكَ وِزْرَكَ ﴿٢﴾ الَّذِي أَنقَضَ ظَهْرَكَ ﴿٣﴾ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ﴿٤﴾ فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ﴿٥﴾ إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ﴿٦﴾ فَإِذَا فَرَغْتَ فَانصَبْ ﴿٧﴾ وَإِلَىٰ رَبِّكَ فَارْغَب ﴿٨﴾﴾.

البسملة تقدم الكلام عليها.

قال الله سبحانه وتعالى مبيناً نعمته على نبيه محمد ﷺ: ﴿ألم نشرح لك صدرك﴾ هذا الاستفهام يقول العلماء إنه استفهام تقرير، واستفهام التقرير يرد في القرآن كثيراً، ويقدّر الفعل بفعل ماضٍ مقرون بقد. ففي قوله ﴿ألم نشرح لك﴾ يقدّر بأن المعنى قد شرحنا لك صدرك؛ لأن الله يقرر أنه شرح له صدره، وهكذا جميع ما يمر بك من استفهام التقرير فإنه يقدر بفعل ماضٍ مقرون بقد، أما كونه يقدر بفعل ماضٍ؛ فلأنه قد تم وحصل، وأما كونه مقروناً بقد؛ فلأن قد تفيد التحقيق إذا دخلت على الماضي، وتفيد التقليل إذا دخلت على المضارع، وقد تفيد التحقيق، ففي قول الناس: (قد يجود البخيل) قد هذه للتقليل، لكن في قوله تعالى: ﴿قد يعلم ما أنتم عليه﴾ [النور: ٦٤]. هذه للتحقيق ولا شك. يقول الله تعالى: ﴿ألم نشرح لك صدرك﴾ أي: نوسعه، وهذا الشرح شرح معنوي ليس شرحاً حسيًا، وشرح الصدر أن يكون متسعاً لحكم الله عز وجل بنوعيه، حكم الله الشرعي وهو

١١٩- بَاب مَنْ لَمْ يَذْكُرِ الرَّفْعَ عِنْدَ الرُّكُوعِ

٧٤٨ - عَنْ عَلْقَمَةَ ، قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُودٍ: أَلا أُصَلِّي بِكُمْ صَلاةَ رَسُولِ اللهِ ﷺ ؟ قَالَ: فَصَلَّى ، فَلَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ إلا مَرَّةً.

قَالَ أَبُو دَاوُد: هَذَا حَدِيثٌ مُخْتَصَرٌ مِنْ حَدِيثٍ طَوِيلٍ ، وَلَيْسَ هُوَ بِصَحِيحٍ عَلَى هَذَا اللَّفْظِ .

- صحيح .

٧٥١ - عن البراءِ ؛: فَرَفَعَ يَدَيْهِ فِي أَوَّلِ مَرَّةٍ ، وفي لفظ: مَرَّةً وَاحِدَةً .

- صحيح .

٧٥٣ - عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا دَخَلَ فِي الصَّلاةِ رَفَعَ يَدَيْهِ مَدّاً .

- صحيح .

٧٥٥ - عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ ، أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي ، فَوَضَعَ يَدَهُ الْيُسْرَى عَلَى الْيُمْنَى فَرَآهُ النَّبِيُّ ﷺ ، فَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى الْيُسْرَى .

- حسن .

١٢٠ - بابُ وضع اليُمْنى على اليُسْرى في الصلاة

٧٥٩ - عَنْ طَاوُسٍ ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَضَعُ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى يَدِهِ الْيُسْرَى ، ثُمَّ يَشُدُّ بَيْنَهُمَا عَلَى صَدْرِهِ ، وَهُوَ فِي الصَّلاةِ .

- صحيح .

صحيح
سنن أبي داود
للإمام الحافظ سليمان بن الأشعث السجستاني
المتوفى سنة ٢٧٥هـ رحمه الله
تأليف
محمد ناصر الدين الألباني
مكتبة المعارف للنشر والتوزيع
لصاحبها سعد بن عبد الرحمن الراشد
الرياض

والیسع واشعیاه وارمیاه وهوسیع وحجی ودانیال وعیسی بن مریم علیہم الصلوة والسلام الی یوم القیام والمذکورون فی القرآن منهم خمسة وعشرون وانما لم یذکر الله سبحانه انبیاء الاقالیم الاخری کانبیاء الهند والصین والیونان والفرس وبلاد اوروبا وافریقه وبلاد امریکه وجاپان وبرهما لان العرب ماکانوا یعرفونهم فلم یکن فی ذکرهم فائدة جلیلة انما اشار الیهم بقوله منهم من قصصنا علیک ومنهم من لم نقصص علیک ولهذا ماینبغی لنا ان نجحد نبوة الانبیاء الاخرین الذین لم یذکرهم الله سبحانه فی کتابه وعرف بالتواترین قوم لو کفارا نهم کانوا انبیاء صلحاء کرامچندر وبچهمن وکشن جی بین الهنود وزراتشت بین الفرس وکنفسیوس وبدها بین اهل الصین وجاپان وسقراط وفیثاغورس بین اهل الیونان بل یجب علینا ان نقول امنا بجمیع انبیائه ورسله لانفرق بین احد منهم ونحن له مسلمون ونبرئهم عما ینسب الیهم اهل الکفر من الشرک والکفر والطغیان وکذلک ماینبغی لنا ان ننکر نبوة الناس الذین اختلف فی نبوتهم کخضر ولقمان وذوالقرنین ثم نبینا صلی الله علیه وآله وسلم مبعوث الی الجن والانس کافة ومن قبله من الانبیاء کانوا یبعثون الی اقوامهم واهل بلادهم خاصة وقیل نوح ارسل الی الناس کافة وهذا مخالف للکتاب حیث قال ولقد ارسلنا نوحا الی قومه وکلهم

اَللّٰهُ يَهْدِي مَنْ يَّشَاءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ

بحمد تعالیٰ خاتمہ دین آخر الزمان علیہ و مقدمہ ظہور صاحب الزمان علیہ السلام

الجزء الاول من

کتاب ہدیۃ المہدی

سنہ ۱۳۲۵ ہجری

تالیف اضعف عباد الله المنان المدعو وحید الزمان غفر له الرحمن

اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْكَ
میں تجھے فوت کرنے والا اور اپنی طرف اٹھانے والا ہوں اور ان کافروں سے پاک کرنے والا اور تیرے تابعداروں کو منکروں پر

فَوْقَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ ۚ
قیامت تک غالب رکھنے والا ہوں

توان موذیوں کی ایذا سے بے فکر رہ تیری جان تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ بیشک میں ہی تجھے فوتؔ کرنے والا اور اپنی طرف اٹھانے والا اور ان کافروں کی بد زبانی سے بذریعہ قرآن کے پاک کرنے والا اور تیرے تابعداروں کو تیرے منکروں پر قیامت تک غالب رکھنے والا ہوں

غرض کہ ایک ایسا زمانہ آگیا تھا کہ روحانی تقدس کسی میں نہیں رہا تھا اس لئے ضروری تھا کہ ایسا شخص پیدا ہو تا جو روحانی تقدس اور روحانی روشنی لوگوں کو سکھلاوے۔ پھر وہ کوئی نہیں ہو سکتا تھا مگر وہ جو صرف روح سے پیدا ہوا ہو نہ کسی ظاہری سبب سے چنانچہ اس روحانی روشنی کے چمکانے کو حضرت مسیح علیہ السلام صرف روح خدا سے پیدا ہوئے (تصانیف احمدیہ جلد دوم صفحہ ۲)

پس اب ہم سید صاحب کے بیانات کے بعد اہل مذاق کے انصاف پر بھروسہ کر کے حاشیہ کو ختم کرتے ہیں۔

ل (انی متوفیک) اس آیت میں اللہ تعالیٰ اسی بزرگ (مسیح علیہ السلام) کے متعلق (جس کی تمام زندگی کے حالات کے علاوہ مرنے جینے میں بھی لوگ مختلف ہیں) اس کی وفات کا ذکر فرماتا ہے۔ اس آیت کے معنی میں علماء کا قریب قریب اتفاق ہے کہ یہاں موت مراد نہیں بلکہ دنیا سے اٹھانا مراد ہے مگر ہم نے سید احمد صاحب کی خاطر جو اس مسئلہ (وفات مسیح) کے موجد ہیں اور مرزا غلام احمد قادیانی کے لحاظ سے (جو سید صاحب کے اس مسئلہ اور دیگر استحالہ سپر نیچرل میں پیرو ہیں) اس آیت کے معنی میں انہی کا ترجمہ منظور کیا ہے اور متوفی کے معنی موت دینے والا لکھا ہے۔ مسئلہ ولادت مسیح میں تو سید صاحب ہی ہمارے مخاطب تھے اس مسئلہ (وفات مسیح) میں دونوں صاحبوں (سید صاحب و مرزا صاحب) سے جو (دراصل پیرو پیرو ہیں) ہمارا روئے سخن ہے۔ اس بیان سے پہلے کہ قرآن شریف نے اس مسئلہ کے متعلق کیا فیصلہ دیا ہے بیرونی شہادت بھی دیکھنی ضروری ہے

یہود و نصاریٰ جو مسیح علیہ السلام کے حالات کو بچشم خود دیکھنے والے اور ایک دوسرے سے نسلاً بعد نسل سننے والے ہیں اس پر متفق ہیں کہ حضرت مسیح سولی دیے گئے گو ان کے اتفاق کے نتائج مختلف ہوں۔ یہود کا نتیجہ تو بموجب تعلیم توریت استثناء ۱۳ باب ملعونیت ہے اور عیسائیوں کا نتیجہ کفارہ گناہ ہے خیر اس کا یہاں ذکر نہیں ہماری غرض صرف یہ ہے کہ دونوں فریق اس پر متفق ہیں کہ مسیح سولی ہی دیے گئے۔

پس ان دونوں گروہوں کے اتفاق سے یہ امر باآسانی سمجھ میں آسکتا ہے کہ حضرت مسیح موت طبعی سے نہیں مرے۔ ورنہ ممکن نہ تھا کہ دونوں گروہوں سے ان کی موت مخفی رہتی کیونکہ یہود و نصاریٰ سے زائد اور نصاریٰ یہودیوں سے بڑھ کر ان کے حالات کے متلاشی تھے۔ یہودیوں کی تو غرض تھی کہ وہ کسی طرح مریں کہیں ملیں تو ان کو مزہ چکھائیں۔ عیسائیوں کو ان سے دلی محبت تھی اس لئے وہ ان کے حال کی تلاش میں سرگرم تھے چنانچہ اناجیل مروجہ سے اس بات کا پتہ باآسانی ملتا ہے کہ عیسائیوں کو مسیح کے حالات سے کس قدر انسیت تھی کہ معمولی مشاغل چلنا پھرنا ان کا بھی بھی قلم بند کر رکھا ہے۔ پھر اگر وہ موت طبعی سے مرتے تو ممکن نہیں کہ عیسائیوں کو اس کی خبر نہ ہوتی۔ پس سید صاحب کا فرمانا کہ

ب مسیح کے مصلوب و مقتول ہونے کو چونکہ قرآن شریف نے صاف لفظوں میں رد کر دیا ہے اس لئے اس خیال کو کوئی مسلمان بلحاظ اتفاق اہل کتاب صحیح نہیں کہہ سکتا۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ

مکتبہ قدوسیہ

وإن الله تعالى بعث نبيه ، ونعى له نفسه ، فقال : (إنك ميت وإنهم ميتون) وقال : (وما محمد إلا رسول قد خلت من قبله الرسل — الآية) .

وفي لفظ أنه قال : ما شهادتكم على موسى ؟ قالوا : نشهد أنه رسول الله . قال : فما شهادتكم على عيسى ؟ قالوا : نشهد أنه رسول الله . قال : وأنا أشهد أن لا إله إلا الله ، وأن محمداً عبده ورسوله . عاش كما عاشوا ، ومات كما ماتوا . وأتحمل شهادة من أبى أن يشهد على ذلك منكم . فلم يرتد من عبد القيس أحد .

وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم قد استعمل أبان بن سعيد على البحرين . وعزل العلاء بن الحضرمي . فقال : أبلغوني مأمني ، فأشهد أمر أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم ، فأحيا بحياتهم ، وأموت بموتهم .

فقالوا : لا تفعل ، فأنت أعز الناس علينا ، وهذا علينا وعليك فيه مقالة ، يقال : فر من القتال . فأبي . وانطلق في ثلاثمائة رجل يبلغونه المدينة .

فقال له أبو بكر رضي الله عنه : ألا ثبتَّ مع قوم لم يبدلوا ولم يرتدوا ؟.
فقال : ماكنت لأعمل لأحد بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم .

فدعا أبو بكر العلاء بن الحضرمي . فبعثه إلى البحرين في ستة عشر راكباً ، وقال : امض ، فإن أمامك عبد القيس ، فسار . ومر بثُمامة بن أثال . فأمده برجال من قومه بني سُحيم ، ثم لحق به .

فنزل العلاء بحصن يقال له : جُواثي ، وكان مخارق قد نزل بمن معه من بكر بن وائل : حصن المُشقّر — حصن عظيم لعبد القيس — فسار إليهم

مختصر
سيرة الرسول ﷺ

تأليف الإمام الشيخ

محمد بن عبد الوهاب

صححه وقابله على أصوله

المشايخ

عبد الرحمن بن ناصر البراك — عبد العزيز بن عبد الله الراجحي — محمد العلي البراك

الجواب: ارباب شریعت غرا پر مخفی نہیں کہ شرط مباح جہاد کے واسطے دو امر لابدی ہیں، ایک فقدان امن وامان وعہد وپیمان درمیان اہل اسلام ومقابلین کے، دوم وجود شوکت وقوت وقدرت سلاح وآلات جہاد پر، اور ہندوستان میں شوکت وقوت اور قدرت سلاح وآلات مفقود ہے۔ اور امان وپیمان بیان موجود پس جب کہ شرط جہاد کی اس دیار میں معدوم ہوئی تو جہاد کرنا یہاں سبب ہلاکت اور معصیت کا ہوگا۔ فاذا فات الشرط فات المشروط واما شرط اباحتہ فشیئان احدھما امتناع العدو عن قبول ما دعی الیہ من الدین الحق وعدم الامان والعہد بیننا وبینہم والثانی ان یرجو الشوکۃ والقوۃ لاہل الاسلام باجتہادہ وان کان لا یرجوا لقوۃ والشوکۃ للمسلمین فی القتال فانہ لا یحل لہ القتال لما فیہ من القاء نفسہ فی التہلکۃ کذا فی الہندیۃ وغیرہا من کتب الفقہ واللہ اعلم بالصواب۔ حررہ سید محمد نذیر حسین عفی عنہ [سید محمد نذیر حسین]

سوال: در کتب عقاید حدیثے می آرند کہ من مات ولم یعرف امام زمانہ مات میتۃ جاھلیۃ اگر ایں حدیث صحیح الاسناد است، درین صورت مردمان زمانہ راز

سوال: کتب عقاید میں ایک حدیث بیان کرتے ہیں کہ جس نے اپنے زمانہ کے امام کو نہ پہچانا وہ جاہلیت کی

(۱) من مات ولم یعرف امام زمانہ الخ قال الامام ابن تیمیۃ فی کتابہ منہاج السنۃ النبویۃ ج ۱ ص ۲۷ ھذا الحدیث بہذا اللفظ لا یعرف انما الحدیث المعروف مثل ما روی مسلم فی صحیحہ عن نافع قال جاء عبد اللہ بن عمر الی عبد اللہ بن مطیع حین کان من امر الحرۃ ما کان زمن یزید بن معاویہ فقال اطرحوا لابی عبد الرحمن وسادۃ فقال انی لم اٰتک لاجلس اتیتک لاحدثک حدیثا سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقولہ سمعتہ یقول من خلع یدا من طاعۃ لقی اللہ یوم القیمۃ لا حجۃ لہ ومن مات ولیس فی عنقہ بیعۃ مات میتۃ جاھلیۃ انتہی بقدر الحاجۃ (ابو سعید محمد شرف الدین عفی عنہ)

(ترجمہ) امام ابن تیمیہ اپنی کتاب منہاج السنۃ ج ۱ ص ۲۷ میں فرماتے ہیں کہ حدیث کے یہ الفاظ کسی صحیح سند کے ساتھ منقول نہیں ہیں، صحیح مسلم میں ان الفاظ کے ساتھ ملتی جلتی ایک حدیث موجود ہے، کہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ یزید بن معاویہ کے زمانہ میں عبد اللہ بن مطیع سے ملنے گئے، انہوں نے کہا ان کے لئے تکیہ وغیرہ لاؤ، حضرت ابن عمرؓ فرمانے لگے میں آپ کو صرف ایک حدیث سنانے کے لئے آیا ہوں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس نے اپنے امام کی بیعت توڑ دی قیامت کے دن اس کے پاس اپنی مغفرت کے لئے کوئی حجت نہ ہوگی اور جو شخص ایسی حالت میں فوت ہوا کہ کسی امام کی بیعت اس نے نہیں کی وہ جاہلیت کی موت مرتا ہے ۱۲

شیخ الکل حضرت مولانا سید محمد نذیر حسینؒ محدث دہلویؒ

★

ناشر

اہلحدیث اکادمی کشمیری بازار۔ لاہور

تینون قسم کا (جب تک کہ وہ اپنے عہدون پر (لفظی وحقیقی ہون خواہ معنوی و حکمی اصلی ہون خواہ ضمنی) قایم رہین اور اس گورنمنٹ کے ماتحت رہین۔ اور ان عہدون کو علانیہ طور پر اُٹھا کر یا حکومت گورنمنٹ سے باہر جا کر اپنے ارادہ مخالفت سے برملا گورنمنٹ کو اطلاع نہ دین) اس گورنمنٹ سے لڑنا یا اُن سے لڑنے والون کی (ان کے بہائی مسلمان کیون نہون) کسی نوع سے مدد کرنا صریح غدر اور حرام ہے۔

اس نتیجہ کو ناواقف اہل اسلام ملاحظہ فرما کر پیش نظر رکھین اور صرف کفر کی نظر سے ہر ایک مخالف مذہب سے جنگ و مقابلہ کرنے کو شرعی جہاد نہ سمجھ لیا کرین۔ عہد و امن والون سے لڑنا ہرگز شرعی جہاد (ملکی ہو خواہ مذہبی) نہیں ہوسکتا ہے بلکہ عناد و فساد کہلاتا ہے مفسدہ ۱۸۵۷ء مین جو مسلمان شریک ہوئے تھے وہ سخت گناہگار اور بحکم قرآن و حدیث وہ مفسد و باغی بدکردار تھے۔ اکثر ان مین عوام کالانعام تھے بعض جو خواص و علماء کہلاتے تھے وہ بھی اصل علوم دین (قرآن و حدیث) سے بے بہرہ تھے یا نافہم و بے سمجھ۔ باخبر و سمجھدار علماء امین ہرگز شریک نہین ہوئے اور نہ اس فتویٰ پر جو اس غدر کو جہاد بنانے کے لئے مفسد لئے پھرتے تھے انہون نے خوشی سے دستخط کئے۔ اسکی تفصیل ہم اشاعة السنة نمبر ۱۰ جلد ۹ مین کر چکے ہین۔ یہی وجہ تھی کہ مولوی اسمٰعیل دہلوی جو حدیث و قرآن سے باخبر اور اس کے پابند تھے اپنے ملک ہندوستان مین

إلا نفوراً، وأبى الظالمون إلا كُفوراً.

فصــل

الفرق بين من قال: كان الإسراء بالروح وبين أن يقال: كان مناماً

وقد نقل ابن إسحاق عن عائشة ومعاوية أنهما قالا: إنما كان الإسراء بروحه، ولم يفقد جسدَه، ونُقِلَ عن الحسن البصري نحو ذلك، ولكن ينبغي أن يُعلم الفرقُ بين أن يُقال: كان الإسراءُ مناماً، وبين أن يُقال: كان بروحه دونَ جسده، وبينهما فرقٌ عظيم، وعائشة ومعاوية لم يقُولا: كان مناماً، وإنما قالا: أُسْرِيَ بِرُوحِهِ ولم يَفْقِدْ جَسَدَهُ، وَفَرْقٌ بين الأمرين، فإن ما يراه النائم قد يكون أمثالاً مضروبة للمعلوم في الصُّور المحسوسة، فيرى كأنَّه قد عُرِجَ به إلى السماء، أو ذُهِبَ به إلى مكة وأقطار الأرض، وروحُه لم تصعَد ولم تذهب، وإنما مَلَكُ الرؤيا ضَرَبَ له المِثَال، والَّذِينَ قالوا: عُرِجَ برسولِ الله ﷺ طائفتان: طائفةٌ قالت: عُرِجَ بروحه وبدنه، وطائفة قالت: عرج بروحه ولم يَفْقِدْ بدَنه، وهؤلاء لم يُرِيدُوا أن المِعراجَ كان مناماً، وإنما أرادوا أن الرُّوحَ ذاتَها أُسْرِيَ بها، وعُرِجَ بِهَا حقيقةً، وباشرت مِنْ جِنس ما تُباشِرُ بعد المفارقة، وكان حالُهَا في ذلك كحالها بعد المفارقة في صُعودها إلى السَّماواتِ سماءً سماءً حتى يُنْتهى بها إلى السماء السابعة، فتَقِفُ بَيْنَ يدي اللهِ عز وجل، فيأمرُ فيها بمَا يَشاءُ، ثم تنزل إلى الأرض والذي كان لِرسولِ الله ﷺ ليلةَ الإسراء أكملُ مما يحصُلُ للروح عند المفارقة.

ومعلوم أن هذا أمرٌ فوقَ ما يراهُ النائمُ، لكن لما كان رسولُ اللهِ ﷺ في مقام خَرْقِ العَوائِدِ، حتى شُقَّ بطنُه، وهو حي لا يتألم بذلك، عُرِجَ بذاتِ روحه المقدسة حقيقةً من غير إماتة، ومَنْ سِوَاهُ لا ينالُ بذاتِ روحِهِ الصُّعودِ إلى السماءِ إلا بَعْدَ الموتِ والمُفارقةِ، فالأنبياءُ إنما استقرَّت أرواحُهُم هناك بعد مفارقة

= رسول الله ﷺ وقال البيهقي: هذا إسناد صحيح، مع أن إسحاق بن إبراهيم بن العلاء يهم كثيراً، ولذا قال الحافظ ابن كثير ٣/ ١٤: إنه مشتمل على أشياء منها ما هو صحيح كما ذكره البيهقي، ومنها ما هو منكر كالصلاة في بيت لحم، وسؤال الصديق عن نعت بيت المقدس وغير ذلك، والله أعلم.